قسط چہارم: ——

میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب، استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

——• گذشتہ سے پیوستہ •——

جنگ پانی پت ۱۷۶۱ء — جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ بھاؤ نے دہلی کے قلعے پر قابض ہو کر خوب لوٹ مار کی کچھ دنوں بعد دانہ اور گھاس کی قلت سے تنگ آ کر اس نے ۹ تاریخ ماہ صفر ۱۱۷۴ھ کو شاہ جہاں ثانی کو معزول کر کے شہزادہ جواں بخت کو تخت شاہی پر بٹھایا اور منصب وزارت شجاع الدولہ کے نام مشہور کر دیا، ایسا کرنے میں اُس کا مقصد یہ تھا کہ شاہ ابدالی نواب شجاع الدولہ سے آزردہ ہو جائے اور ممکن تھا کہ وہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے، مختصر یہ کہ بھاؤ اپنا لاؤ لشکر لے کر کنجپورہ کی طرف بڑھا اور عبدالصمد خان اور قطب خان کو شہید کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ باقیوں کو قید کر کے کنجپورہ کو لُوٹ لیا اور تاخت و تاراج کر دیا۔ یہ خبر سُن کر شاہ ابدالی کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی، حالانکہ جمنا ندی برسات کی وجہ سے پایاب نہ تھا پھر بھی اُس نے چڑھے ہوئے دریا کو پار کیا، اُدھر بھاؤ کنجپورہ سے آگے بڑھ کر پانی پت کے میدان میں خیمہ زن ہوا اور اِدھر سے شاہ ابدالی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ وہاں پہونچا، اور مرہٹوں کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اس وجہ سے مرہٹوں کو سب سے بڑی دقت رسد اور روپیہ کی ہو گئی، اسی اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نارو شنکر جو قلعہ دار دہلی تھا۔ دو ہزار سوار کی جمعیت کے ساتھ خزانہ بھاؤ کے لشکر میں پہونچانے جا رہا تھا۔ اتفاقاً اندھیرے میں راستہ بھول گیا اور شاہ ابدالی کے لشکر کی طرف آن پڑا۔ بہادرانِ شاہ کو جب یہ خبر ملی تو "مانند بھیڑیئے بھُوکے کے فوج غنیم کے دوڑ پڑی اور ہزار آدمی مع نارو شنکر جان سے مارے اور باقیوں کو گھیر کر اور

قید کرکے مانند بھیڑیوں کے اردوی بادشاہی میں لے گئے، اور خزانہ چھین لیا، بھاؤ یہ خبر سن کر بہت غمگین ہوا۔"

درّانیوں نے ناکہ بندی کرکے، بجلی کی مانند ہر طرف دوڑ دھوپ کرکے، مرہٹہ لشکر میں غلہ درسد پہونچنے کے راستے بند کردیئے، اس وجہ سے اُن کے لشکر پر عظیم قحط پڑا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ ہر روز بہت سے آدمی، گھوڑے، ٹٹو، اونٹ اور بیل بھوک سے مرنے لگے، ایک شاعر نے ذیل کے اشعار میں مرہٹوں کی فاقہ کشی کا نقشہ پیش کیا ہے ؎

ہوئی شکل روٹی کی ایسی ہی مشتاق		کہ نقش پا کو کلیجہ جانتے تھے
نکلتا تھا جو لکڑی میں سے بورا		غنیمت جان اُس کو پھانکتے تھے
سپاہی جو دکن کے تھے دلاور		پڑے تھے راہ میں عریاں و لاغر
کوئی مردی پہ گر ہوتا تھا غمناک		خود گرتا تھا مثل اشک برخاک
فغاں مُنہ سے نکلتا تھا نہ باہر		گذر کوئی خوشاں میں تھا اکثر
جہاں میں تھے حباب سا وہ		تھے امید زندگی سے ہاتھ دھوئے

آخرالامر فاقہ کش مرہٹہ سپاہی بھاؤ کے پاس پہونچے اور انھوں نے اُس کی لعنت ملامت کی اور کہا "تم نے ایسا سررشتۂ تدبیر گم کیا ہے کہ کچھ تجھ سے بن نہیں پڑتا، اور چاہتا ہے تو کہ جتنے سردار نامی اور بہادر لڑنے والے ہیں سب مفت ہلاک ہوں، اور بھوکے مارے مرجاویں کل جس وقت صبح ہوگی اور آفتاب نکلے گا ہم کمرِ ہمت باندھ کر میدانِ کارزار میں نکلیں گے اور کوشش لڑائی میں کریں گے، آگے خدا مالک ہے، چاہے جسے فتح دے۔"[1]

چنانچہ ششم جمادی الآخرہ، روز چہار شنبہ، ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو ایک ایسی زبردست جنگ ہوئی جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، چاروں طرف سے "ہر ہر مہادیو، یا علی یا علی کی آوازیں سنائی

---

[1] برائے تفصیل ملاحظہ ہو، ملخص التواریخ۔ ص ۴۲۰-۴۲۳ ؛ تاریخ مرہٹہ، وابدائی ص ۴۲-۵۷-
خزانۂ عامرہ ص ۱۰۶-۱۰۸- اقبال نامہ (قلمی رام پور) ص ۳۵۸-۳۵۹- صحیفۂ اقبال (قلمی) ص ۸۸ (الف و ب)
تاریخ مظفری (رق) ج ۲- ص ۸۶ الف تا ۹۰ ب)

دیتی تھیں ۔[1]

میر کا بیان ہے کہ :-

"مرہٹے اگر اپنے قدیم دستور کے مطابق جنگ گریز کرتے تو عین ممکن تھا کہ غالب آجاتے وہ توپ خانے کو گھیر کر بیٹھ گئے اور شاہی فوج اس فکر میں لگ گئی کہ رسد نہ آنے دے جب رسد نہ آنے سے پریشانی بہت بڑھ گئی تو مرہٹہ فوج جنگ پر آمادہ ہوئی، اور اس کے سردار مورچوں سے باہر آکر ڈٹ گئے (ابدالی فوج کے) جگر دار بھی انھیں شکست دینے کے لئے جی توڑ کوشش میں لگ گئے، بہادروں نے بڑی تنظیم کے ساتھ ہلا بولا، اور متحد ہو کر تیروں کی بوچھار شروع کر دی، آزمودہ کاروں نے بندوقیں سنبھال لیں، اور دنادن گولیاں برسائیں، کچھ مقابل فوج پر تلواریں سونت کر ٹوٹ پڑے، کشتوں کے پشتے لگا دیئے، حریف کی فوج نے پیادہ ہو کر لڑنا شروع کیا مگر منھ کی کھائی، اُن کے جوانوں کے بڑے کاری زخم لگے اور بہت سے ہلاک ہو گئے، یہ جنگ آور دونوں طرف سے پل پڑے اور تیر و تفنگ سے حملہ کرتے رہے (اب) دکن کا سردار پامردی کے ساتھ میدان میں آیا اور اُس نے شاہی فوج کے بہت سے دستوں کو مار بھگایا لیکن فتح تو شاہ کے لئے (مقدر ہو چکی) تھی، اِن کی کوششوں سے کچھ نہ ہوا۔ بہتیری بندوقیں چلاتے تھے، مگر اُدھر کے ایک آدمی پر اثر نہ کرتی تھیں، اُن کی فوج کے بہت سے کار آمد سپاہی ادھر کی تفنگ اندازی سے زخمی ہو گئے، چنانچہ پہلے ہی حملے میں ایک تیر وشواس راؤ کے لگا جو مرہٹہ ریاست کا ولی عہد تھا، وہ خاک و خون میں لوٹ گیا، کہتے ہیں کہ بھاؤ بڑا غیور جوان تھا اور وہ دادِ مردانگی دے رہا تھا، جب اُس نے اپنی آنکھوں سے یہ سانحہ دیکھا تو کہنے لگا کہ اب دکن جانے کا منھ نہیں رہا، جان پر کھیل کر (ابدالی کی) فوج کے قلب پر حملہ کیا یعنی جان بوجھ کر اپنے تئیں موت کے مُنھ میں دھکیل دیا"[2]

---

[1] ملخص التواریخ ص ۲۲۳م - [2] میر کی آپ بیتی - ص ۱۳۳ - ۱۳۴

مختصر یہ کہ بڑے نامی گرامی مرہٹہ سردار مثل جسونت راؤ، بھاؤ، تکوجی سندھیا، جنکو سندھیا، ابراہیم خان گاردی، شمشیر بہادر اور انیتاجی سب ہلاک ہوگئے، سنتاجی کے چالیس زخم آئے اور مہادجی سندھیا کے پیر میں ایسی کاری چوٹ آئی کہ عمر بھر یہ زخم ٹھیک نہ ہوسکا۔

مرہٹوں کی تباہی و بربادی، جانی و مالی نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے میر نے لکھا ہے کہ:-

"ملہار راؤ وہاں سے دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر بھاگا اور باقی تمام لشکر غارت ہوگیا جو سردار زندہ بچ رہے تھے وہ گداگروں کے حال میں آوارہ پھرتے تھے، ہزاروں بھگوڑے سپاہیوں کے گھوڑے اور ہتھیار اطراف شہر کے زمین داروں کے قبضے میں آگئے، کیا لکھوں کہ کیسا روزِ بد اس قوم کو دیکھنا پڑا۔ ہزاروں ننگے سپاہی روتے ہوئے جس راستے سے گزرتے تھے لوگوں کے لئے عبرت کا سامان نظر آتے تھے، گاؤں کے لوگ بھنے ہوئے چنے سب کو ایک ایک مٹھی تقسیم کرتے تھے، اور اُن کی تباہ حالی کا موازنہ اپنے حال سے کرکے خدا کا شکر ادا کرتے تھے، ایسی عبرت انجام شکست کسی کو کم ہوئی ہوگی، بہت سے بھوک سے مرگئے اور بہتوں نے ٹھنڈی ہوائیں اکڑ اکڑ کر جان دے دی، وہ فوج جسے یہ قلعے میں چھوڑ کر آئے تھے، شاہی فوج کی لوٹ مار کے خوف سے رات کے وقت بھاگ گئی۔ کروڑوں روپیہ کا سازوسامان (احمد شاہ ابدالی) اور پورب کے سرداروں کے ہاتھ لگا جسے انھوں نے آپس میں تقسیم کرلیا، نقد و جنس کے سوا توپخانہ اور دوسرا جنگی سامان ہاتھی، بیل، گھوڑے اور اونٹ شجاع الدولہ وغیرہ نے اپنے حصے میں لے لئے، درانی سپاہی جو فقیر محض تھے مالامال ہوگئے، ہر دہ باشی کو سو اُونٹوں کا سامان ملا اور ہر شخص کو دو خردار، بڑی دولت ہاتھ لگ گئی، ہر شخص پھولا نہ سماتا تھا" [1]

---

[1] میر کی آپ بیتی ص ۱۳۵

سید نورالدین حسین خان نے مرہٹوں کی تباہی کا بڑا دل دوز نقشہ پیش کیا ہے :-

"بھاؤ دریں اثنا کشتہ شد، و سر آں را مردم درذیل سرہا بریدند، و تمام لشکر افغانان و مغل و روہیلہ و شجاع الدولہ در پے ایں مردم افتادند و غارت شروع شد و اسباب بے حساب بے حد بدست لشکریاں افتاد و تا شام تعاقب نمودند ہمیں کہ شب شد دست از تعاقب باز داشتند و در لشکر ایں قدر غارت بدست خوانین آمد کہ زیادہ بر شمار است و مردم دیگر ایرانی و تورانی را تا مقدور دست خوانین غارت کردن نمی داد، خود متصرف می شد مگر بدست لشکریہا دستان بقیمت یک یک تومان زرہہائے خوش شکل قرین و اسپ ہائے خوب بدو دو تومان می فروختند و ہر کہ را تا شب یافتند بلا تحاشی سر از تن جدا می کردند، و درمیان خندق صدہا مردم مرہٹہ مع اسپ افتادہ بود و لاش را شمارے نیست کہ تا چند سال در آں میدان بسبب استخوان مردم مردہ مزارعان کشت و کار مشکل بود و بسیار مردم لشکر کہ درمیان قصبۂ پانی پت پناہ گرفتند تا دو روز مردم درانی سراغ گرفتہ ہر جا می یافتند بدست آوردہ می کشتند"[1]

---

[1] سرگزشت نجیب الدولہ ص ۲۸ - ۲۹ - علی ابراہیم کا بیان ہے کہ " آخر الامر خوں ریزی یہاں تک پہونچی کہ لوگوں کو رسی سے باندھ کر لاتے تھے اور سر ان کا تلوار سے جدا کر ڈالتے تھے" ص ۵۷

بقول شیو پرشاد لکھنوی " غارت و قتل نمودہ کہ سطح زمین از کشتگان پر لاش بود، قریب یک لکھ کس آں رور از سپاہ و چہ از میکاہ لقبتل آمدہ . . . . و کم کس جان بر شدہ در راہ آں دراہ بدست زمین داران بسیار کس مرہٹہ از غارت و قتل شدند . . . . چہ شرح دہر یک یک ہزار دہ دہ بست بست شتر پر انبار جنس کشیدہ آوردند و اسپاں معروتہ را چہ شمار مثل گلہ گوسپنداں بود و افیال خوب و کنیزان و غلامان نیز . . . . . . قریب چہل ہزار کس اسیر شدہ آمدند و قریب بست ہزار کس غارت شدہ "

احوال جنگ بھاؤ و احمد شاہ ابدالی (اقبال نامہ - قلمی رام پور) ص ۳۷۱ - ۳۷۲

بقول شیو پرشاد " چنداں مرداں و فیلاں و اسپان و شتران و گاوان در آں معرکہ کشتہ و خستہ افتادہ بودند کہ بہایم و سباع و طیور گوشت خواران نوع تا سالہا دراز از تلاشی معاش فارغ گشتہ خوش زیست می نمودند" تاریخ فرح بخش (قلمی) ص ۶۰ (الف)

مختصر یہ کہ —— "مرہٹوں کی طاقت چشم زدن میں کافور کی طرح اُڑ گئی"

سر جادو ناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ "مہاراشٹر میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں صفِ ماتم نہ بچھ گئی ہو، سرداروں کی ایک پوری نسل ایک ہی معرکہ میں غائب ہو گئی"

نتائج | اس جنگ کے نتائج بہت دُور رس تھے بشرطیکہ مغل بادشاہوں میں سے کوئی ایسا ہوتا جو اس فتح سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا، اس جنگ کے دور رس نتائج کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے کہ

"اگر سلطنتِ مغلیہ میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان میں پھر صدیوں کے لئے قائم کر سکتی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت اُس وقت ایک بے رُوح جسم کے مانند تھی، جنگِ پانی پت کا اصلی فائدہ فاتحینِ جنگِ پلاسی نے اُٹھایا" [1]

ابدالی کے اِس حملے کے زمانے میں شاہ عالم ثانی [2] بہار میں تھا، جنگ پانی پت اور مرہٹوں کے زور کو توڑنے کے بعد اُس نے شاہ عالم ثانی کو دلی بلانے کی بے حد کوشش کی اور اپنا آدمی بھیجا، جب وہ نہ آیا تو ابدالی نے اُس کی والدہ نواب زینت محل سے اُسے ایک خط لکھوایا جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"شاہنشاہ (احمد شاہ ابدالی) قلعہ میں آ گئے ہیں، آج تک کہ ۲۰ رجب ہے میں کئی مرتبہ اُن سے ملی ہوں، وہ تمہارے آنے کے بے حد منتظر ہیں .... میرے بیٹے! تم یقین رکھو کہ تمہارے آنے پر سب معاملات طے ہو جائیں گے .... تیمور شاہ نے خلوص و محبت سے مجھے تحائف بھیجے ہیں، تمہارے بدخواہ بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش

---

[1] سیاسی مکتوبات - ص ۱۹ - [2] شاہ عالم بن عزیز الدین عالمگیر ثانی ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۴۰ھ (۲۸ جون سنہ ۱۷۲۸ء) میں پیدا ہوئے تھے۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو: مفتاح التواریخ - ص ۳۴۳ - ۳۴۴، مراۃ الاشباہ ۵۳ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ صفدر جنگ وزیر کی بداخلاقیوں اور مظالم سے تنگ آ کر شاہ عالم (عالی گہر) پورب کو چلے گئے تھے، آئندہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

کریں گے...... تم اُن کے کہنے اور بہکانے میں نہ آنا، میرے بیٹے تم جلد آجاؤ، اگر خدانخواستہ شاہ چلے گئے تو پھر تم مصیبتوں میں پھنس جاؤ گے"۔[1]

ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے اس بارے میں انگریزوں کو بھی لکھا تھا تاکہ وہ لوگ شاہ عالم کو دہلی پہونچانے کے لئے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہونچائیں۔ ولیسی ٹارٹے نے احمد شاہ ابدالی کو لکھا تھا:۔

"اگر شہنشاہ (ابدالی) کی یہ خواہش ہے تو اُس (شاہ عالم) کو دہلی تک برٹش سپاہ کی حفاظت میں پہونچا دیا جائے گا"۔[2]

گمان غالب ہے کہ شاہِ عالم کو دہلی بُلانے میں اُسے انگریزوں کے اثر سے خلاصی دلانے کا راز پنہاں تھا، اور احمد شاہ ابدالی ہندوستان میں اپنے قیام کے زمانے میں اس کی طاقت کو دہلی میں مستحکم کرنے کا خواہش مند تھا، لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا، کیونکہ شاہ عالم دہلی نہ آیا اور احمد شاہ ابدالی اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

میر کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگِ پانی پت کے بعد جب ابدالی سپاہ دہلی آئی تو اس مرتبہ پھر انھوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا تھا، "دلی پھر لٹی" کے عنوان سے میر نے لکھا ہے کہ:۔

"میں ایک دن ٹہلتا ہوا شہر کے تازہ ویرانوں سے گزرا، ہر قدم پر روتا اور عبرت حاصل کرتا تھا۔ جوں جوں آگے بڑھتا، حیرت بڑھتی گئی، مکانوں کو شناخت نہ کرسکا، آبادی کا پتہ تھا نہ عمارتوں کے آثار، نہ اُن کے مکینوں کی خبر!

از ہر کہ سخن کردم، گفتند کہ ایں جانیست ؛ از ہر کہ نشاں کردم، گفتند کہ پیدا نیست

گھر کے گھر مسمار تھے اور دیواریں شکستہ، خانقاہیں صوفیوں سے خالی، خرابات، رندوں سے!

---

[1] ISLAMIC CALTURE, vol, XI PP 503-504

[2] ISLAMIC CALTURE, vol, XI P 504

یہاں سے وہاں تک ایک ویرانہ تھا لق ودق ! ؎

ہرکجا افتادہ دیدم خشت در پروانہٗ
بود فردِ دفترِ احوالِ صاحب خانہٗ

نہ وہ بازار تھے جن کا بیان کروں، نہ بازار کے وہ حسین لڑکے، اب حُسن کہاں جسے تلاش کروں؟ وہ یارانِ عاشق مزاج کدھر گئے؟ حسین جوان گذر گئے، پیرانِ پارسا چلے گئے۔ بڑے بڑے محل خراب ہوگئے، گلیاں ناپید ہوگئیں، اور ہر طرف وحشت برس رہی تھی، اُنس ناپید تھا، ایک استاد کی رُباعی مجھے یاد آئی ؎

افتاد گزارم چو بویرانہ طوس ⁂ دیدم چندے نشستہ برجائے خروس
گفتم چہ خبر داری ازیں ویرانہٗ؟ ⁂ گفتا خبر این ست کہ افسوس افسوس!

ناگاہ اُس محلے میں آنکلا جہاں میں رہتا تھا، جلسے کرتا تھا، شعر پڑھتا تھا، عاشقانہ زندگی گزارتا تھا، راتوں کو آہ وزاری کرتا، خوش قدوں سے عشق لڑاتا، اُن (کے حُسن) کی تعریفیں کرتا اور لمبی لمبی زلفوں والے (معشوقوں) کے ساتھ رہتا تھا، حسینوں کی پرستش کرتا اور ایک لمحے کے لئے بھی اُن سے جدائی ہوتی تو بے قرار ہوجاتا تھا، محفل سجاتا تھا، حسینوں کو بلاتا تھا، اُن کی مہمان داری کرتا تھا (اور یوں) زندگی گزارتا تھا، اب کوئی ایسا مانوس چہرہ نظر نہ آیا جس سے دو باتیں کرلیتا، کوئی معقول انسان نہ پایا جس کے پاس جا بیٹھتا، اس وحشت انگیز گلی سے نکل کر ویران راستے پر آکھڑا ہوا، اور حیرت سے تباہی کے چھوڑے ہوئے نشانات دیکھتا رہا، بہت صدمہ اُٹھایا اور عہد کیا کہ اب اِدھر نہ آؤں گا، اور جب تک رہوں، شہر کا قصد نہ کروں گا" [1]

بعد ازیں ابدالی فوج نے ہندوستان سے واپس جانے کے بارے میں ہنگامہ برپا کیا اور مجبوراً ابدالی کو واپس جانا پڑا۔ [2]

---

[1] میر کی آپ بیتی - ص ۱۳۷ - ۱۳۹ - [2] برائے تفصیل، میر کی آپ بیتی - ص ۱۳۹ - سرگزشت نجیب الدولہ ص ۳۱، خزانۂ عامرہ ص ۱۱۲ - مخفی التواریخ ص ۴۲۵ -

ساتواں حملہ ۱۷۶۲ء ۱۱۷۵ھ | اس حملہ کا خاص مقصد سکھوں کی ہنگامہ آرائی اور شورش کی روک تھام کرنا تھا، کیوں کہ پچھلے حملے کے بعد اپنے ملک کو واپس جاتے وقت اُسے سکھوں کے ہاتھوں کافی جانی ومالی نقصانات اُٹھانے پڑے تھے،[۱] غلام علی آزاد بلگرامی اور طبا طبائی نے لکھا ہے کہ جب ہندوستان کے سرکشوں نے میدان خالی دیکھا تو اس موقع کو غنیمت جان کر لُوٹ مار، کشت وخون اور غارت گری شروع کردی، ان سرکشوں کے استیصال کے لئے پھر شاہ ابدالی کو ہندوستان آنا پڑا۔[۲]

بقول میر :-

"اس بار بھی شاہ درانی ستلج کے جو ایک مشہور دریا ہے، اُس طرف تک آیا اور حقیقت سکھوں کے ہاتھوں نقصان اُٹھا کر واپس ہوگیا"[۳]

طبا طبائی کا بیان ہے کہ :-

"قریب بست ہزار کس را طعمۂ شمشیر خون آشام ساخت ومتاعی کہ کمیت آن را غیر علام الغیوب احدی نمی داند بہ غنیمت برد، بعد ازاں اطراف وجوانبش تاختہ بقتل و تاراج آں نواح پرداخت"[۴]

آٹھواں حملہ[۵] ۱۷۶۶ء | اس زمانے میں یہ مشہور ہوگیا تھا کہ شاہ ابدالی کا مقصد انگریزوں سے جنگ کرنا اور اُن کو بنگال سے مار نکالنا ہے، اس وجہ سے انگریزوں نے ایک فوجی دستہ الہ آباد بھیج دیا تاکہ اُس سے اودھ میں مقابلہ کیا جائے۔

درحقیقت ۱۷۶۵ء اور ۱۷۶۶ء کے درمیانی زمانے میں شاہ ابدالی اپنے ملک کے انتظامی

---

[۱] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۳۹ - ۱۴۹ - تاریخ حسینی (قلمی) ص ۱۱۵ (الف) تا ۱۱۶ (الف)

[۲] خزانۂ عامرہ - ص ۱۱۳ - ۱۱۴ - سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۳ - ص ۷۴ - ۷۵ -

اس حملہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ AHMAD SHAH DURRANI 3/8 - [۳] میر کی آپ بیتی ص ۱۵۵

[۴] ملخص التواریخ - ص ۲۸۴، نیز خزانۂ عامرہ - ۱۱۴ - صحیفۂ اقبال (قلمی) ص ۹۱ ب تاریخ احمد شاہ ص ۹۱ ب

تاریخ مظفری (ق) ۲۵ ص ۱۲۳ (الف) [۵] اس حملے کی تفصیل ملاحظہ ہو، 3/8-308 AHMAD SHAH DURRANI

اور دیگر اندرونی امور میں مشغول رہا اور اس سبب سے اُسے پنجاب کے معاملات کو سلجھانے کا موقع نہ مل سکا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سکھوں نے اس علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا اور آخر میں انھوں نے لاہور پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔[1]

شاہ درانی سکھوں کی طاقت کو توڑنا چاہتا تھا اور اس بارے میں اس نے کوشش بھی کی تھی، لیکن اُسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی، مجبوراً اس نے راجا لاسنگھ کو تین لاکھ سالانہ پیشکش کے وعدے پر پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا تھا، کیونکہ ابدالی فوج نے بغاوت کر دی۔ اُن میں سے تقریباً چار پانچ ہزار سپاہی اپنے ملک کو واپس چلے گئے، کیونکہ کچھ دنوں سے اُنھیں تنخواہیں نہیں ملی تھیں، اس بنا پر اُن میں بے اطمینانی پھیل گئی تھی۔[2]

آخری حملہ ۱۷۶۹ء | شاہ ابدالی نے آخری بار سکھوں پر حملہ کیا، جب وہ کابل اور پشاور کے مابین پہونچا تو اُس کی سپاہ نے بغاوت کا پرچم لہرا دیا، تمام لاؤ لشکر لوٹ لیا اور کئی سرداروں کو تہ تیغ کر دیا، شاہ ابدالی کو قندھار واپس جانا پڑا[3] اور سارا پنجاب سکھوں کے قبضے میں چلا گیا۔[4] (باقی)

---

[1] تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۹، ملخص التواریخ۔ ص ۲۷۴، خزانۂ عامرہ۔ ۱۱۴، تاریخ احمد شاہ (قلمی) ص ۳۵۳

[2] برائے تفصیل۔ AHMAD SHAH DURRANI 318

[3] برائے تفصیل۔ 23 - 319 ″ ″

[4] جام جہاں نما (قلمی رام پور) ص ۵۰۶

فلسفہ کیا ہے؟ یہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب کے قیمتی مقالات کا مجموعہ ہے، ہیگل کا قول ہے کہ "جس مہذب قوم کا فلسفہ نہیں ہوتا اس کی مثال ایک عبادت گاہ کی سی ہے جو ہر قسم کی زیب و زینت سے آراستہ ہے لیکن جس میں قدس الاقداس کا وجود ہی نہیں"

ڈاکٹر صاحب کے مقالات پڑھ کر آپ اپنے فلسفہ سے پوری طرح باخبر ہو جائیں گے، مقالات کے چند سرنامے ملاحظہ فرمائیے

(۱) قرآن اور فلسفہ (۲) فلسفہ کیا ہے؟ (۳) ہم فلسفہ کیوں پڑھیں (۴) فلسفہ کی دشواریاں۔

چھوٹی تقطیع۔ قیمت مجلد دو روپے۔ ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶